ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
CJSSR
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
Vol.03 No.04 (2025)

رحمٰن عباس کے ناول "نخلستان کی تلاش" کا تجزیاتی مطالعہ

Muhammad Zeshaan Qadir
Ph.D. Scholar (Urdu) University of Southern Punjab Multan
zeeshansse1993@gmail.com
Saeed Ahmed
Ph.D. Scholar (Urdu) University of Southern Punjab Multan
murshidsaeednasir@gmail.com
Dr. Munawar Amin
Assistant Prof. Department of Urdu University of Southern Punjab Multan
drmunawaramin143@gmail.com

Abstract:
*Rehman Abbas does not consider literature merely a means of expressing personal thoughts; rather, in his view, it is also an intellectual debt that a writer is obliged to repay. Similarly, the purpose of his novel writing is not merely to tell a story but to highlight various aspects of life and provide readers with an opportunity to view the world from a broader perspective. A truly great novel, according to him, is one that does not merely present the realities of life but also offers a profound analysis of them. The events depicted in a novel should compel readers to think, feel, and perceive reality from new angle. Rehman Abbas's short stories and essays have been published in various newspapers and magazines. For *All India Radio*, he has conducted interviews with prominent Urdu prose writers and poets. In addition, he has also interviewed several literary figures, including Nida Fazli, Javed Akhtar, Salma Siddiqui, Salam Bin Razaq, and Yusuf Nazim, among others.*

Keywords: Emotional attachment, Social inequalities, Observations, understanding, Prejudices, Mystic thought, Enlightened, Extremism, Humanity

رحمن عباس بھارت کے مشہور ناول نگاروں میں خاص مقام رکھتے ہے۔ فکشن نگار ہونے کے ساتھ ساتھ نقاد بھی ہیں۔ رحمن عباس 30 جنوری 1972ء کو ہندوستان کی ریاست مہارشٹر کی ساحلی پٹی کوکن کے ایک گاؤں شر نگار تلی میں پیدا ہوئے تھے۔ رحمان عباس کی تحریریں محض کہانیاں نہیں بلکہ عصری مسائل کی گہری تفہیم کا نتیجہ ہے وہ سماجی ناہمواریوں اور اخلاقی جبر پر بے باکی سے سوال اٹھاتے ہیں جیسا کہ ان کے ناول "نخلستان کی تلاش" کو پڑھیں تو اس میں پیش کیے گئے خیالات نے قدامت پسند حلقوں میں ہلچل مچادی، جس پر نہ صرف شدید تنقید ہوئی بلکہ قانونی چیلنجز کا بھی سامنا کرنا پڑا۔ تاہم، ان تمام مشکلات کے باوجود وہ اپنی فکری آزادی پر ثابت قدم رہے اور اپنے نظریات سے پیچھے ہٹنے کے بجائے مزید پختگی کے ساتھ اپنی ادبی راہ پر گامزن رہے۔ رحمٰن عباس ادب کو محض ذاتی خیالات کے اظہار کا ذریعہ نہیں سمجھتے بلکہ ان کے نزدیک ایک فکری قرض بھی ہے جسے ادیب پر اتارنا لازم ہوتا۔ اسی طرح رحمٰن عباس کی ناول نگاری کا مقصد محض کہانی سنانا نہیں بلکہ زندگی کے مختلف پہلوؤں کو اجاگر کرنا اور قاری کو دنیا کے ایک وسیع تر تناظر میں دیکھنے کا موقع بھی فراہم کرنا ہے۔ ایک بہترین ناول وہی ہوتا ہے جو زندگی کی حقیقتوں کو محض پیش نہ کرے بلکہ ان کا گہرا تجزیہ بھی کرے۔ ناول میں بیان کردہ واقعات کا مقصد یہ ہونا چاہیے کہ وہ قارئین کو سوچنے، محسوس کرنے اور حقیقت کو نئے زاویے سے دیکھنے پر مجبور کرے۔ رحمٰن عباس کے افسانے اور مضامین مختلف اخباروں اور رسالوں میں بھی شائع ہوتے رہتے ہیں۔ "آل انڈیا ریڈیو" کے لیے انہوں نے اردو کے مشہور نامور نثر نگاروں اور شاعروں کے انٹرویوز بھی کیے اس کے علاوہ انہوں نے قلم کاروں کے انٹرویوز بھی کیے جن میں ندا فاصلی، جاوید اختر، سلمی صدیقی، سلام بن رزاق اور یوسف ناظم وغیرہ کے نام شامل ہیں۔ رحمٰن عباس کی تخلیقات کی تفصیل درج ذیل ہیں۔

1۔ نخلستان کی تلاش (2004ء)

2۔ ایک ممنوعہ محبت کی کہانی (2009ء)

3۔ خدا کے سائے میں آنکھ مچولی (2011ء)

4۔ ایک سمت کی تلاش (2011ء)

5۔ اکیسویں صدی میں اردو ناول اور دیگر مضامین (2014ء)

6۔اکیسویں صدی کی دہلیز پر اہم اردو ناول(2018ء)

7۔روحزن(2018ء)

8۔زندیق(2021ء)

9۔ایک طرح کا پاگل پن(2023ء)

10۔نژداں(2025ء)

رحمن عباس کا پہلا ناول ''نخلستان کی تلاش''2004ء میں شائع ہوا۔اس ناول میں ہندوستان میں اکثریتی طبقے کے مذہبی شدت پسندوں کی جانب سے اقلیتوں پر ہونے والے ظلم وستم کو اجاگر کیا گیا ہے۔خاص طور پر بابری مسجد کی شہادت کے بعد پھیلنے والے فسادات،فرقہ واریت اور گجرات وکشمیر میں مسلمانوں پر جاری جبر کو موضوع بنایا گیا۔یہ ناول محبت اور کشش کے جذبات سے شروع ہوتا ہے جو وقت کے ساتھ پیچیدہ سماجی مسائل سے جڑ جاتا ہے۔اس میں ایسے مناظر شامل ہیں جو حقیقت پسندی کے ساتھ معاشرتی سچائیوں کی عکاسی کرتے ہیں۔اس ناول کے پس منظر میں رحمٰن عباس پر 2005ء میں فحاشی کے الزامات کے تحت مقدمہ دائر کیا گیا تاہم 2016ء میں عدالت نے انہیں بری کر دیا۔

ناول مخصوص موضوع کے گرد گھومتا ہے اور اس میں ایسے مسائل بیان کیے گیے ہیں جن کے ذریعے انسانی زندگی کے پیچیدہ پہلوؤں کو مختلف زاویوں سے اجاگر کیا گیا ہے۔ناول نگار اپنی تخلیقات میں زندگی کے مختلف پہلوؤں کو اجاگر کرنے کی کوشش کرتا ہے۔موضوع کا انتخاب اکثر لاشعوری طور پر ہوتا ہے۔جو مصنف کے ذاتی تجربات،مشاہدات اور خیالات کا عکس ہوتا ہے۔عام طور پر مصنف اپنے تجربات کو کرداروں اور کہانیوں کے ذریعے قاری تک پہنچاتا ہے۔لہٰذا ناول کے موضوع کا انتخاب ایک مخصوص دائرے میں محدود نہیں ہوتا بلکہ یہ مصنف کی داخلی دنیا کی عکاسی میں کرتا ہے۔

'نخلستان کی تلاش' پانچ بنیادی ابواب پر مشتمل ہے۔پہلا باب ''محبت کے رنگ''دوسرا باب ''وجود اور عدم وجود'' تیسرا باب ''یادداشت اور فراموشی''چوتھا باب ''اکار نراکار''اور پانچواں باب ''نخلستان کی تلاش''۔بظاہر یہ جمال اور فریدہ کے عشق کی ایسی داستان ہے جو ہمیں بے راہ روی اور غیر سنجیدگی کی صورت میں نظر آتی ہے۔ مگر اس کہانی کا حقیقی موضوع عصری مسائل ہیں۔ناول نگار نے عصری رنگینی اور دلکشی کے پس پردہ تلخی و محرومی،ناآسودگی و تاریکی میں زندگی بسر کرنے والے ان نوجوانوں کے جذبات واحساسات بیان کرنے کی کوشش کی ہے جو بے گناہ اور بے قصور ہوتے ہوئے بھی قصوروار ٹھہرائے جاتے ہیں اور اپنی الگ شناخت رکھنے کے باوجود ایسی زندگی گزارنے پر مجبور ہیں۔جس کی کوئی شناخت نہیں۔رحمن عباس نے فسطائی نظام حکومت پر گہرا طنز کرتے ہوئے ایسے سوالات قائم اٹھائے ہیں جو قاری کو غور وفکر کی دعوت دیتے ہیں۔انسان کی زندگی میں ایسے بہت سے مواقع آتے ہیں جب وہ طاقت و قوت سے معمور ہونے کے باوجود شکست کا سامنا کرتا ہے۔ناول میں اس طرح کے کئی واقعات موجود ہیں جو دل ودماغ کو جھنجھوڑتے ہیں اور ایک تکلیف دہ احساس پیدا کرتے ہیں۔یہی احساس انسانی زندگی میں اضطراب وانتشار پیدا کرتا ہے۔مصنف نے اسے کشمیری اداس روحوں کے نام سے منسوب کیا جو بیسویں صدی کے اختتامی برسوں کے حالات واقعات کی عکاسی کرتا ہے۔

انسانی زندگی کی پیچیدہ پہلوؤں کو سمجھنے کی جستجو ایک گہرا اور نازک عمل ہے،جو فکری بصیرت اور ادبی نزاکت کا امتزاج مانگتا ہے رحمن عباس نے اپنے اس ناول نخلستان کی تلاش میں جستجو کو مختلف اسالیب کے ذریعے پیش کیا ہے تاکہ انسانی تجربات،جذبات اور سماجی حقیقتوں کو موثر انداز میں اجاگر کیا جاسکے۔یہ ناول محض عام انسان کے نقطہ نظر کو بیان کرنے تک محدود نہیں،بلکہ اس میں انسانی زندگی کے سماجی،ثقافتی اور فکری ارتقاء کو بھی نمایاں کیا گیا ہے۔مختلف نسلی،لسانی اور مذہبی گروہوں کے بیچ موجود اختلافات کو واضح کرنے کے لیے،مصنف میں کئی کرداروں اور حالات کے ذریعے کہانی کو آگے بڑھایا ہے،جن میں پشتونوں کی شناخت اور ان کی جدوجہد بھی شامل ہے۔

اس حوالے سے اقباس ملاحظہ ہو:

> "خفیہ ایجنٹس نے اسے ڈلہوزی کے قیام میں گرفتار کرلیا ہو؟ وہ فرار ہوگیا ہو؟ کوئی حادثہ ہوا ہو۔۔ مگر کوئی وثوق سے یہ نہیں بتا سکتا کہ اب جمال کہاں ہے۔یا وہ سارے نوجوان اچانک کس صحرا میں گم ہو جاتے ہیں جو وطن عزیز میں سیاسی فسطائیت اور ہندو فسطائیت کے خلاف گفتگو کا خواب دیکھتے ہیں۔
> ناقابل بیان جبر کے صحرا میں شناخت کے نخلستان کو تلاش کرنا چاہتے ہیں۔"(1)

ناول "نخلستان کی تلاش" کو مسلم معاشرے کے مخصوص طبقے کے تناظر میں بھی دیکھا جاسکتا ہے،جہاں تصورات اور خیالات کے درمیان ایک مسلسل کشمکش جاری ہے رحمن عباس نے نخلستان کی تلاش میں اس کشمکش کو بڑی مہارت کے ساتھ بیان کیا ہے لیکن اس کے باوجود وہ کسی ایک خاص نقطہ نظر کو مسلط کرنے کے بجائے، مختلف

ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
CJSSR
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
Vol.03 No.04 (2025)

نظریات کو متوازن انداز میں پیش کیا۔ وہ ان تعصبات اور تفریقوں کی نشاندہی کرتے ہیں جو معاشرتی تقسیم کا سبب بنتے ہیں اور یہ ظاہر کرتے ہیں کہ کیسے لوگ اپنی مخصوص شناخت کو محفوظ رکھنے کی جدوجہد میں مصروف رہتے ہیں۔ مصنف کا مقصد صرف مسائل کی نشاندہی کرنا نہیں بلکہ انسان کو حقیقت سے روشناس کرنا بھی ہے۔ وہ اس بات پر زور دیتے ہیں کہ حقیقت کو صرف قبول کرنا کافی نہیں بلکہ اس کی تہہ تک پہنچ کر اس کے اثرات کو سمجھنا بھی ضروری ہے۔ زندگی ایک بہتے دریا کی مانند ہے جہاں وقت اور حالات کے ساتھ انسانی نظریات اور طرز زندگی میں تبدیلیاں آتی رہتی ہیں۔ یہی تصور اس ناول کی بنیاد ہے جہاں زبان اور بیان کے ذریعے وقت کے ساتھ بدلتے ہوئے حالات اور انسانی رویوں کو ایک فکری اور ادبی انداز میں پیش کیا گیا ہے۔

ناول "نخلستان کی تلاش" فکری وسعت اور معنویت کے اعتبار سے منفرد تخلیق ہے۔ رحمن عباس نے اس میں محبت اور جذبات کے پس منظر میں سیاست اور مذہب کے اثرات کو اجاگر کرنے کی کامیاب کوشش کی ہے۔ انہوں نے عشق کو محض ایک جذباتی وابستگی کے بجائے ایثار، سچائی خلوص کی علامت کے طور پر پیش کیا ہے۔ اس ناول میں محبت کو ایک بلند درجے کی قدر کے طور پر بیان کیا گیا ہے۔ جو محض ذاتی مواد یا خود غرضی کا ذریعہ نہیں بلکہ قربانی اور عظمت کی پہچان ہے۔

رحمن عباس نے اپنے ناول میں زندگی کے پیچیدہ اور گہرے مسائل کو نہایت فنکارانہ انداز میں پیش کیا ہے۔ اس کہانی کا مرکزی کردار جمال، زبان، ثقافت اور نوجوانوں کی ذہنی و جذباتی حالت کا آئینہ دار ہے۔ یہ ناول شعور کی ایسی گہری اور فکری راہ پر گامزن ہے۔ جو قاری کو غور و فکر کی دعوت دیتا ہے۔ جمال ایک منظم اور مربوط کردار ہے جو بلاواسطہ پڑھنے والوں سے جڑا ہے پڑھنے والا بھی خود کو اس جگہ چلتا پھرتا محسوس کرتا ہے۔ ناول کا آغاز جمال کی فریدہ کے ساتھ بیتنے والی مسحور کن رات اور روزمرہ یادوں سے ہوتا ہے۔ رحمن عباس نے حسن، عشق اور انسانی جذبات کی باریکیوں کو نہایت دلکش انداز میں اجاگر کیا ہے۔ وہ محبت کے مختلف پہلوؤں کو اس طرح پیش کرتے ہیں کہ قاری ان کے حسن بیان میں کھو جاتا ہے۔ معمولی لمحوں اور نازک جذبات کو اس انداز میں بیان کیا گیا ہے کہ وہ کسی کھوئی ہوئی خوشبو کی طرح محسوس ہوتے ہیں۔ یہ محبت محض جسمانی کشش تک محدود نہیں بلکہ ایک ماورائی تجربے کی صورت اختیار کر لیتی ہے۔ رحمن عباس نے اپنے پر اثر الفاظ کے ذریعے قاری کو گہرے فکری اور جذباتی تجربے سے روشناس کرایا ہے۔ رحمن عباس کے خیال میں محبت کے تجربے میں جسمانی قربت کو لازمی جزو تصور کیا جاتا ہے۔ جبکہ عارفانہ فکر اسے محض روحانی حقیقت سمجھتی ہے۔ محبت کی شدت فطری کشش کو بڑھا دیتی ہے اور جذبات جتنے گہرے ہوں محبت کی گہرائی بھی اسی قدر محسوس کی جاتی ہے۔

> "ایک بات ضرور ہے اس نے ہونٹ دبا کر کہا اور پھر لہجہ بدل کر کہنے لگی۔۔۔ "میں سوچتی ہوں میرے پاس تمہارے لیے کوئی تحفہ، کوئی نخلستان نہیں ہے۔ اس کے باوجود تم مجھ سے محبت کیوں کرتے ہو۔۔۔؟ (اس سوال کا جواب میرے ماضی اور اس کے مستقبل سے آپ خود اخذ کر لیں گے۔"(2)

رحمن عباس کے خیال میں ''محبت'' ایک ایسی انسانی کشش ہے جو وقت اور عمر کی حدود سے آزاد ہوتی ہے۔ اگرچہ بعض اوقات یہ کشش سطحی یا وقتی ہو سکتی ہے لیکن پھر بھی یہ ایک منفرد اثر رکھتی ہے۔ ایک انسان ایک ساتھ کئی افراد کے لیے محبت کے جذبات محسوس کر سکتا ہے۔ رحمن عباس کے نزدیک محبت کو سمجھنے کے لیے حسن اور خوف کا تجربہ ضروری ہوتا ہے جب کوئی شخص حسن کے سحر میں گرفتار ہو اور کسی مجبوری یا پابندی کا شکار ہو، جیسے زبردستی کی شادی، تو خوف اور کشش کی شدت محبت کو مزید گہرا کر دیتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ محبت بعض اوقات غیر متوقع اثرات مرتب کرتی ہے اور جب یہ خالص ہوتی ہے تو ایک فطری اور بے ساختہ جذبے کی صورت میں سامنے آتی ہے۔ ناول ''نخلستان کی تلاش'' سماجی اور سیاسی مسائل پر مبنی ہے جہاں نسل پرستی اور قوم پرستی معاشرتی تقسیم کو گہرا کرتی ہیں۔ ہندوستان میں شناخت کا بحران نمایاں ہے۔ جہاں لوگ اپنی مذہبی و قومی پہچان کے تحفظ کے لیے فکر مند ہیں۔ جمال جو اپنی شناخت سے بے خبر ہے ماضی کی روایات سے جڑنے اور زندگی کی حقیقتوں کو سمجھنے کی کوشش کرتا ہے۔

رحمن عباس نے ناول میں ماضی کی بازگشت کو گہری نفسیاتی اور جذباتی کیفیت کے ساتھ پیش کیا ہے۔ اس تخلیق میں ہندوستانی مسلم اقلیت کو درپیش سماجی مسائل کو نہ صرف اجاگر کیا گیا ہے بلکہ ان کے اندرونی اور بیرونی تصادم کو بھی مؤثر انداز میں بیان کیا گیا ہے۔ فرد اپنی ذات کے اندر ایک مسلسل کشمکش اور وجودی تنہائی کا شکار نظر آتا ہے جہاں بے یقینی، داخلی تضادات اور خود فریبی کے عناصر باہم مل کر ایک پیچیدہ نفسیاتی منظر نامہ تشکیل دیتے ہیں۔ رحمن عباس لکھتے ہیں کہ :

> "جمہوریت کے تقاضوں سے لاعلم افراد ہوا ملک خاندانی مطلق العنانی کا شکار ہو گیا۔ بنگال کی تقسیم، کشمیر کا مسئلہ، ایمرجنسی، مسجد مندر تنازعہ، ترمیم بل فسادات، تعلیمی پسماندگی وغیرہ مسائل میں عوام کو اسی خاندان نے پھنسایا۔"(3)

رحمن عباس کے نزدیک لوگ مذہب کو فکری بنیاد پر نہیں بلکہ تاریخی انتقام کے تحت اپناتے ہیں شدت پسند ہندو تنظیمیں اس کی مثال ہیں جو ماضی کی شکستوں کا بدلہ لینے کے لیے اپنی قدیم روایات کو بحال کرنا چاہتی ہیں۔ان کے نزدیک اپنے آباؤاجداد کے دور کا احیا مظلومیت کا ازالہ ہے مگر یہ سوچ جمہوریت اور سیکولرازم کے منافی ہے اور شدت پسندی کو ہوا دیتی ہے۔کیونکہ جمہوری نظام برابری کا تقاضا کرتا ہے نہ کہ کسی ایک نظریے کی بالادستی،مزید نظریاتی مبہم اور آئیڈیالوجی کے اندرونی اختلاف کو اجاگر کیا جائے ہے۔کوئی نظریہ مکمل نہیں ہوتا بلکہ تمام افکار لسانی ارتقا کا حصہ ہوتے ہیں۔جب تصوریت زبردستی مسلط کی جائے تو اس کے اختلاف نمایاں ہو جاتے ہیں۔

ناول کے دوسرے باب میں رحمن عباس نے ''وجود اور عدم وجود'' جیسے گہرے سوالات پر غور کیا ہے۔دوسری عالمی جنگ کے بعد مغربی دنیا میں فکری،بے چینی بڑھی خاص کر جاپان پر ایٹمی حملوں کے بعد جس نے اختلاف اور انسانیت کے بنیادی اصولوں پر سوال اٹھا دیے۔اسی تناظر میں بیسویں صدی کے وسط میں یورپ میں وجودیت کے نظریات کو تقویت ملی،جبکہ ہندوستانی فلسفے میں بھی صدیوں سے انسانی بقا اور شعور پر بحث جاری ہے۔رحمن عباس کا ماننا ہے کہ محض سوچنا کسی شے کے وجود کا ثبوت نہیں بلکہ اس کے عملی اور سماجی اثرات بھی اہم ہیں۔انسانی شعور اور تجربات وقت کے ساتھ بدلتے ہیں اور حقیقت بھی جامد نہیں بلکہ ارتقاء پذیر ہے۔ان کے سوالات صرف فلسفیانہ نہیں بلکہ تاریخی اور سماجی بھی ہیں جو ظاہر کرتے ہیں کہ حقیقت وقت کے ساتھ نئی جہتیں اختیار کرتی ہے۔

"گزشتہ برسوں مجھ میں اپنی جڑوں اور زمین کا احساس بہت گہرا ہو گیا ہے۔میری ثقافت کی جڑوں سے مجھے کوئی کاٹنے کے درپے تو نہیں؟ کہیں کوئی میری جڑوں کو مسخ شدہ تاریخی مفروضات کے کاٹ تو نہیں دیا۔"(4)

کسی بھی قوم کی تہذیبی شناخت اس کی فکری اور تاریخی پس منظر سے جڑی ہوتی ہے یہی وجہ ہے کہ جب کسی قوم کی فطرت میں انتہا پسندی در آتی ہے تو وہ دوسری تہذیبوں اور مذاہب کے لیے خطرہ بن جاتی ہے خاص طور پر جب اکثریتی طبقہ کسی مخصوص نظریے کو بنیاد بنا کر اقلیتوں کو دیا جاتا ہے تو یہ صورتحال نہ صرف سماجی توازن کو ہوا دیتی ہے بلکہ شدت پسندی کو بھی فروغ دیتی ہے اس طرح جب کوئی ثقافت اپنے مذہب اور زندگی کو بچانے کے لیے زیادہ شدت پسندی اختیار کر لیتی ہے تو اس کے اثرات دوررس اور پیچیدہ ہو سکتے ہیں۔

انسان زندگی کے پیچیدہ سوالات میں الجھ کر حسن اور جذبات کی جستجو کرتا ہے۔محبت وہ لطیف احساس ہے جو انسانی زندگی کی تلخیوں کو مٹا کر ایک نیا رنگ بخشتا ہے رحمن عباس کے ناول میں محبت کی کو ایک وسیع اور گہرے مفہوم میں پیش کیا گیا ہے جو اس کی اصل روح ہے۔ہندوستانی ثقافت میں محبت کو روایتی نظریات کا پابند بنا دیا جاتا ہے جس میں اس کے خلوص اور دیانت میں رکاوٹ آتی ہے محبت ایک گہرا جذبہ ہے جو محض الفاظ سے نہیں بلکہ احساس کی شدت سے پہچانا جاتا ہے۔

ناول کے کردار خالد حسین کے نزدیک کشمیر کی آزادی کے لیے مسلح جدوجہد ناگزیر ہے کیونکہ بھارتی حکومت کے ذریعے کشمیری عوام کے بنیادی حقوق سلب کیے ہوئے ہیں۔وہ پرامن مزاحمت کو ناکافی سمجھتے ہیں اور جہاں باور کراتے ہیں کہ آزادی کے حصول کے لیے عسکری جدوجہد ضروری ہے ان کے مطابق ریاستی جبر کے مقابلے میں طاقت کا استعمال نہ گزیر ہے، جسے محض شدت پسندی کے طور پر نہیں دیکھا جانا چاہیے خالد حسین کے نظریات جمال حسین کو الجھن میں ڈال دیا ہے۔جمال حسین فطرتاً روشن خیال ہے جبکہ خالد حسین دباؤ میں شدت پسند رویہ اختیار کر لیتے ہیں۔جب جبر اور ناانصافی حد سے بڑھ جائے تو شدت پسندی ایک فطری ردعمل بن جاتی ہے مسلم فکر میں جمالیات کو پس پشت ڈال کر تاریخ کے کئی پہلو نظرانداز کر دیے گئے ہیں ایک طرفہ طاقت اور دیانتی جبر مزاحمت سے سوچ کو جنم دیتے ہیں۔

ایسے میں عسکری جدوجہد کو بغاوت سمجھنا کافی نہیں، بلکہ اسے تاریخی پس منظر میں دیکھنا ضروری نہ ہوتا ہے۔ثقافتی شناخت کی بحالی کی کوشش میں دونوں شدید آزمائشو سے گزرتے ہیں۔خالد حسین کی اسیری میں وفات اور جمال کی کشمیر کانفرنس میں شرکت ان کی زندگیوں پر گہرا اثر ڈالتی ہیں۔استعماری دباؤ اور گمشدگی کے دکھ کے نتیجے میں وہ طویل عرصے سے نظرانداز کیے گئے اقلیتی طبقے کے حقوق کے لیے جدوجہد پر آمادہ ہو جاتے ہیں۔

کشمیر کانفرنس میں شرکت کا منصوبہ جمال، لشکری اور ایاز ملک جیسے افراد بناتے ہیں جو طلبہ میں آزادی اور مزاحمت کے خیالات پھیلاتے ہیں۔رحمن عباس کے مطابق یہ نظریے مخصوص مفادات کے تحت مذہب وسیاست کے پردے میں لپٹے ہوئے ہیں۔ہندوستان بظاہر جمہوری ملک ہے مگر عملی طور پر وہاں مذہب کی بالادستی اور اقلیتوں کی شناخت دبائی جاتی ہے۔رحمن عباس کا ماننا ہے طاقت ور مذہب کو آلہ بنا کر عوام کو تقسیم اور بنیادی حقوق سے محروم رکھتے ہیں،تاکہ وہ اجتماعی بیداری اور مزاحمت سے دور رہیں۔

"لشکری میری جانب دیکھتے ہوئے کہنے لگا یہ ہمارا مقصد ہے ہم تاریخ کے آسیب کی زد میں ہیں۔یہ پرانی جنگ ہے یہ وجود کی بقا اور سالمیت کو جاوداں رکھنے کی ابدی کشمکش ہے۔تم میں اور وہ سب جوان کے سیلاب میں بہہ رہے ہیں انہیں اس گرداب کا بھی سامنا ہے۔"(5)

ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
CJSSR

CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
Vol.03 No.04 (2025)

ریاستی جبر کا کوئی اخلاقی یا منطقی جواز نہیں۔ تاریخ ثابت کرتی ہے کہ طاقت کے زور پر حکمرانی استحصال اور ناانصافی کو جنم دیتی ہے۔ مغل حکمران عوامی فلاح کے حامی تھے جبکہ یورپ میں جبرانہ نظام ظلم کی علامت بنے۔ ہندو قوم پرستی اگر بڑھے تو مسلمانوں کے حقوق سلب ہونے سے مذہبی کشیدگی جنم لے سکتی ہے اسلام اور مسلمانوں کو شدت پسندی سے منسلک کرنے اور کشمیری تحریک کے خلاف اور پروپیگنڈا کرنے کی ایک منظم سازش جاری ہے جس میں میڈیا کو آپ موثر ہتھیار کی طور پر استعمال کیا جاتا ہے۔ واقعات کو توڑ موڑ کر مسلمانوں کے خلاف نفرت کو ہوا دی جاتی ہے جیسا کہ خالد حسین کے قتل کو دہشت گردی سے جوڑ کر کیا گیا۔ پہلے قتل، پھر میڈیا کے ذریعے منفی بیانیہ تشکیل دینا اس مذموم حکمت عملی کا مستقل حربہ ہے۔

"نخلستان کی تلاش" میں ریاستی اختیار کی حکمت عملی کو آشکار کیا گیا ہے، جہاں مقتدرہ حلقے اپنی بالادستی برقرار رکھنے کے لیے فریب، دروغ گوئی اور تاریخ کو من مانی شکل میں پیش کرنے جیسے طریقے اپناتے ہیں۔ وہ عوام کو آگہی سے دور رکھنے کے لیے گمراہ کن چالیں چلتے ہیں جس کے باعث ہم عام لوگ ظلم و استحصال کا نشانہ بن جاتے ہیں ان پر مسلط کی گئی عداوت انہیں پستی اور بے کسی کی زندگی گزارنے پر مجبور کر دیتی ہے۔ تعلیم، سیاست اور معیشت جیسے کلیدی شعبوں میں عوام کو پیچھے دھکیل کر ان کے اذہان میں منافرت اور تعصب کے بیج بوئے جاتے ہیں۔ بالا خر یہ طاقتور عناصر اپنی قوت کے ذریعے کیا حاصل کرنا چاہتا ہیں؟

جمال اور خالد حسین ایسے کردار ہیں جو ہمیشہ رحم دلی کے مظہر رہے ہیں، جبکہ خوف اور دہشت انسانی حقوق اور امن میں رکاوٹ بنتے ہیں۔ بعض اوقات جنگ ناگزیر سمجھی جاتی ہے مگر یہ سوچ کہ انسانی قدروں کے لیے تصادم ضروری ہے، غلط ہے۔ تاریخ ثابت کرتی ہے کہ مسائل کا حل ہمیشہ جنگ سے نہیں بلکہ تدبر اور حکمت سے بھی ممکن ہے۔ طاقت اور اختیار انسانی فطرت کا حصہ ہیں اسی لیے جنگ اور امن کی کشمکش ہمیشہ جاری رہی ہے۔

سماج شخصیت کو بنانے اور بگاڑنے میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔ معاشرہ ایک ایسا ادارہ ہے جہاں شخصیت کی تشکیل ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ معاشرے میں موجود مسائل، ناانصافیاں، کمزوریاں، روایات اور جبر و استبداد ناول نگار کے خاص موضوع ہوتے ہیں۔ اپنے نکتہ نظر کو بیان کرنے کے لیے مصنف کو کرداروں کی ضرورت ہوتی ہے۔ کہانی کا سارا انحصار کرداروں پر ہوتا ہے۔ کردار جتنے مضبوط، جاندار اور حقیقی ہوں گے کہانی ویسی ہی شاندار اور دِل چسپ ہوگی۔ رحمٰن عباس کے زیادہ تر کردار متوسط طبقے سے تعلق رکھتے ہیں۔ اُنھوں نے اپنے کرداروں کے ذریعے قاری کے ذہن تک رسائی کی ہے اور پہلے سے موجود واقعات کو ہماری شناخت بنا کر جدّت کے ساتھ پیش کیا ہے۔ رحمٰن عباس کے تمام کردار علاقائی ثقافت سے جُڑے نظر آتے ہیں۔ اُن کی تحریروں کو سماجی منظر نامے کے تناظر میں پڑھا جائے تو معنی کے کئی دَر وا ہوتے ہیں۔

”نخلستان کی تلاش“ میں رحمٰن عباس نے بڑے خوب صورت انداز میں کہانی کے مرکزی کردار خالد کے توسط سے اپنے افکار و نظریات کا اظہار کیا ہے۔ ناول کے آغاز سے ہی قاری کو اندازہ ہو جاتا ہے کہ مصنف کی فکر کس نخلستان کی تلاش میں ہے۔

> ”محبت مرد کو طِفل اور عورت کو دیوی بنا دیتی ہے۔ محبت کا سُرور واحد سُرور ہے جو تنہائی کا تریاق بن سکتا ہے۔ عورت کے بدن کا عرفان واحد عرفان ہے جو موت کے حُسن کے راز اور خدا کے جواز کی منطق سے وجدان کو روشن کر سکتا ہے۔“(6)

ناول نگار نے جمال اور خالد کے کرداروں کے ذریعے انسانی وجود جِس تذبذب سے دوچار ہے اُس کا ذِکر المیے کے انداز میں کیا ہے۔ خالد مارکسزم سے متاثر تھا لیکن اچانک اس کے نکتہ نظر میں تبدیلی دیکھنے کو ملتی ہے اور وہ دیکھتے ہی دیکھتے مذہبی انتہا پسندی کی طرف جا نکلتا ہے۔ اس کے ردِ عمل کے طور پر جمال کا کردار سامنے آتا ہے۔ ناول میں جمال کے کردار کو مرکزی حیثیت حاصل ہے۔ اس کردار کے ذریعے مصنف نے نچلے طبقے کی مجبوریوں اور کرب کو بیان کیا ہے۔

”نخلستان کی تلاش“ میں ہندوستان کے موجودہ سیاسی نظام کو دیکھ کر ناول کا مرکزی کردار اپنی قوم کو لے کر مایوس نظر آتا ہے۔ ناول میں ڈر اور وحشت کی فضا نظر آتی ہے۔ دراصل خالد اور جمال کے مکالمے اس بات کی طرف اشارہ کرتے ہیں کہ جتنا ہم خاموش رہیں گے اتنا ہی فسطائی طاقتیں ہمارے وجود کو مٹانے کی کوشش کریں گی۔ یہی وجہ ہے کہ نظامِ جمہوریت کے خلاف آواز اُٹھاتے ہوئے نظر آتا ہے:

> ”خالد وحشی ہو گئے ہو؟
>
> کیا ہو گیا ہے؟ کیا کرنا چاہتے ہو، خالد کس طرف جا رہے ہو؟ خالد! بات کرو میں تم سے مخاطب ہوں۔ یہ سب کیا ہے؟
> تمھیں اس ہتھیار کی ضرورت کیوں پڑ گئی؟ خالد تم ادب کے طالب علم ہو پھر۔۔۔
> میں زندگی دیکھ رہا ہوں، جی رہا ہوں، مسلمان ہوں، میں زندہ رہنا چاہتا ہوں۔۔۔ مجھے زندہ رہنا ہے۔ میں زندگی دیکھ رہا ہوں۔۔۔ لفظوں کی آڑی ترچھی سی لکیریں وہ ہوا میں کھینچ کر چُپ ہو گیا۔
> تم زندہ ہو اور محفوظ ہو تمھیں کون مار سکتا ہے؟“(7)

ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
CJSSR
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
Vol.03 No.04 (2025)

"نخلستان کی تلاش" رحمن عباس کا پہلا ناول ہے۔ جس میں انہوں نے ہندوستان میں اقلیتوں کے ساتھ برتے گئے ناروا سلوک اور ظلم و ستم کو موضوع بنایا ہے۔ مذہبی حوالے سے شدت اور انتہا پسندی رکھنے والے طبقہ کی سوچ، خود غرضی اور ذہنی نفسیاتی پستی دکھائی گئی ہے۔

انتہا پسندوں کی جانب سے اقلیتوں پر جو ظلم اور انسانیت سوز سلوک کیا جاتا ہے اس کو موضوع بنایا گیا ہے۔ خاص طور پر بابری مسجد شہادت کے بعد پھیلنے والی فرقہ واریت اور گجرات و کشمیر کے علاقوں میں مسلمانوں پر کیے گئے جبر و تشدد کو موضوع بنایا گیا ہے۔ خاص طور پر بابری مسجد کی شہادت کے بعد پھیلنے والی فرقہ واریت اور گجرات اور کشمیر کے علاقوں میں مسلمانوں پر کیے گیے جبر و تشدد کو موضوع بنایا گیا ہے۔ کشمیر کے نوجوانوں کو دن کی روشنی ہو یا رات کی تاریکی مار پیٹ کا نشانہ بنا کر اٹھا کر لے جاتے ہیں اور انہیں قبروں میں دبا دیا جاتا ہے جو گمنام ہوتی ہیں جن کا کسی کو علم نہیں ہوتا۔ والدین اپنے بیٹوں کی تلاش میں ساری عمر تڑپتے رہتے ہیں نوجوانوں کو ہی نہیں بلکہ بوڑھوں، عورتوں اور بچوں کو بھی ظلم و تشدد کا نشانہ بنا دیا بنایا جاتا ہے۔ ناول نگار نے اپنے اس ناول میں ہندوستانیوں کے سفاک چہروں کو بے نقاب کیا ہے کشمیریوں کے حق میں آواز حق بلند کی ہے اور بے باکی سے کشمیری مسلمانوں کے زخم دکھائے ہیں۔ اس ناول کی اشاعت کے بعد رحمن عباس پر فحاشی کے الزامات لگائے گئے عدالتی کے کیس بنایا گیا مگر کچھ عرصے بعد عدالت نے بری کر دیا۔

رحمن عباس نے ناول میں تلخ حقیقت کو فن کارانہ انداز سے دکھایا ہے۔ ناول کی زبان، اسلوب، لہجہ کی عکاسی کر رہا ہے۔ مسلمانوں کے مسائل کو کشمیر کی تہذیب لباس اور رسم و رواج کے ساتھ بیان کیا ہے۔ جو ایک ادیب کی فنکارانہ صلاحیتوں کو اظہار ہے۔ ناول نگار نے اس ناول میں مذہب کو فکری بنیاد پر نہیں بلکہ تاریخی انتقام کے تحت بیان کیا ہے۔ مذہب کی آڑ میں لوگ انتہا پسندی کی راہ اپنا لیتے ہیں اور دیگر مذاہب کی پیروکاروں کو اپنے سے حقیر خیال کر کے ان پر اپنی اجارہ داری قائم کرنا چاہتے ہیں۔ انہیں اپنا غلام بنا کر خود کو برتر تصور کرتے ہیں۔

"نخلستان کی تلاش" موضوع، زبان اور اسلوب کے لحاظ سے عمدہ ناول ہے۔ کردار نگاری اور منظر کشی بہترین کی گئی ہے۔ لہذا یہ ناول معاشرتی مسائل پر مبنی اور کشمیریوں پر ہونے والے مظالم کے خلاف احتجاج ہے۔

حوالہ جات:

1. رحمن عباس "نخلستان کی تلاش" عرشیہ پبلی کیشن، ممبئ، 2004، ص 108
2. ایضا، ص 432
3. ایضاً، ص 492
4. ایضاً، ص 449
5. ایضاً، ص 512
6. ایضا، ص 55
7. ایضا، ص 121